اقتصادیات اور اسلام کے نکتہ نظر سے

# کاروباری اخلاق (۲)

تدوین: ڈاکٹر ید اللہ دادگر*

ترجمہ: ڈاکٹر شیخ محمد حسنین**

**کلیدی کلمات** : اسلام، اقتصادیات، اخلاق، کاروبار، اسلام کا جوہر، سودی کاروبار۔

**خلاصہ:**

**جس طرح دیگر اقتصادی نظاموں میں کاروبار اور تجارت کے مخصوص قوانین اور فرائض ہیں، اسی طرح اسلامی اقتصادیات میں بھی کاروبار اور تجارت کے خاص قوانین اور ضابطے ہیں۔ اس مقالے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام کی رو سے کاروبار میں اخلاقی ضابطوں کی پاسداری، کاروبار میں وسعت اور اس کی تقویت کا سبب بنتی ہے۔ مقالہ نگار نے کوشش کی ہے کہ اسلامی اقتصاد کے Paradigm میں کاروباری اخلاق کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ اس مقالہ کے پہلے حصے میں اقتصاد اور اخلاقیات کے باب میں کلی نظریات بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس حصہ میں اخلاق اور اسلام کے باہمی رابطہ اور اس سے وابستہ Methodological ملاحظات کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ کاروباری اخلاق کے اساسی اصولوں اور اس کی امتیازی خصوصیات پر بھی بحث ہوگی اور مقالہ کے اختتام پر اسلام کے نکتۂ نظر سے کاروباری اخلاق کے اساسی مفاہیم اور اس کے عملی نمونے بیان کیے جائیں گے۔**

## الف) اسلام میں اخلاق کے کلی اصول

کلی طور پر ہر دین اور بالخصوص دین اسلام تین بنیادی عناصر سے تشکیل پاتا ہے۔ یعنی: عقیدہ، اخلاق اور احکام۔ دین کا اخلاقی پہلو دیگر پہلوؤں سے وسیع ترین اور مفید ترین ہے۔ کیونکہ ہر دین کا عقیدتی پہلو اپنی جگہ خود اخلاقی پہلو سے وابستہ ہے اور با اخلاق انسانوں کی تربیت کے لیے انتہائی زیادہ قدر و قیمت کا قائل ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم اسلام ﷺ نے تصریح فرمائی کہ:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

یعنی: "میں بنیادی طور پر اخلاقی مکارم کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔"

دوسرے الفاظ میں رسالت، جو کہ دین کا ایک اساسی رکن ہے، خود اخلاقی اہداف کے تحقق کا وسیلہ قرار پائی ہے۔ البتہ دین اور اخلاق کے باہمی محکم رابطے پر بحث فلسفۂ دین کا موضوع ہے اور اس موضوع کے مطالعات کے مطابق اللہ تعالی پر ایمان اور قیامت پر ایمان کے درمیان ایک اخلاقی رابطہ برقرار ہے۔ (1)

*۔ شہید بہشتی یونی ورسٹی، تہران۔

**۔ محقق، استاذ فلسفۂ اسلامی، ڈائریکٹر نور الہدی مرکز تحقیقات (نمت) اسلام آباد۔

اس پس منظر میں یہ امر بہت واضح ہے کہ جب اخلاقی امور کا سرچشمہ ایمان اور دین جیسے ولولہ انگیز عناصر ہوں تو اخلاقی نظام کو بہت بہتر، مفید اور کارآمد بنایا جاسکے گا۔ کیونکہ کسی عقیدہ کا پابند ہونا، انسان کے لیے فریضہ اور احساس ذمہ داری ایجاد کرتا ہے۔ لہٰذا دین اور اخلاق کی ہمراہی اخلاق کی افادیت کو بہت بڑھا دیتی ہے۔ہاں! یہ ممکن ہے کہ دین کی بعض ایسی تفاسیر کی جائیں کہ جن میں کے نظریاتی پہلو اخلاق کی افادیت کو کمزور بنادیں۔ لہٰذا یہاں ایک مسلمہ اصول کے طور پر ہم اپنی بحث کی بنیاد اس امر پر رکھتے ہیں کہ کسی بھی دینی (منجملہ اسلامی) نظام کی مختلف تشریحات اور تعبیرات ہو سکتی ہیں لیکن اس مقالے میں ہم نے اسلام کی جس قرائت (تعبیر) کا انتخاب کیا ہے وہ اخلاقی امور کے ساتھ کافی حد تک سازگار ہے۔

یاد آوری کے طور پر یہاں آخری قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اپنے طریق کار اور *Method* کے لحاظ سے اسلامی اقتصاد سے وابستہ موضوعات پر بحث میں ہم عقلی استدلال اور تجربی شواہد پر بھروسہ کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم، پیغمبر اکرم ﷺ اور آپ کے جانشینوں کے کلام پر مبنی نقلی استدلال، نیز مسلمان دانشوروں کے ذریعے تدوین شدہ نظریات سے بھی استفادہ کریں گے۔اس بحث میں ہم اخلاق اور اسلام کے پیوند اور اخلاق کے بنیادی اصولوں کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔

## ۱۔ الف) اسلام اور اخلاق کا باہمی رابطہ

یہاں ہم اخلاق اور اسلام کے باہمی رابطہ کے تشکیل دہندہ عناصر کی ایک فہرست بیان کریں گے اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں مختصر توضیح بیان کریں گے:

1. اخلاق، اسلام کے تشکیل دہندہ تین عناصر (عقائد، احکام، اخلاق) میں جوہری کی حیثیت رکھتا ہے اور عقائد اور احکام اخلاق کا سہارا شمار ہوتے ہیں۔
2. انسان کی تخلیق کی غرض و غایت اپنی ماہیت میں اخلاق مدار ہے۔
3. اسلام کے سیاسی، سماجی اور معاشی نظاموں کے دل میں اخلاقی اہداف کے تحقق کا سامان پایا جاتا ہے۔ اس بیان کی روشنی میں گویا اسلام کا اخلاقی نظام، اسلام کے دیگر نظاموں کو نظم اور ہماہنگی عطا کرتا ہے۔

## ۲۔ الف) اخلاق، اسلام کا جوہر

اسلام کے دو دیگر عناصر (عقائد اور احکام) کے اخلاق سے رابطہ کو درج ذیل دو بیانات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے:

1. دینی عقائد، اخلاقی نظام کے اندرونی استحکام میں معاونت فراہم کرتے ہیں۔
2. اسلام کے حقوقی اور فقہی احکام، اخلاقی نظام کے استحکام میں لوجسٹک اور بیرونی معاونت فراہم کرتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں اسلام میں اخلاق اور اخلاقی اقدار اصل محور اور رکن ہیں اور عقائد اخلاقی احکام کے استحکام کا داخلی سہارا ہیں؛ جبکہ احکام اخلاقی احکام کے اجراء کی بیرونی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "اسلام اصولی طور پر پسندیدہ اخلاق ہی کا دوسرا نام ہے۔ (2) دوسری طرف قرآن کریم اخلاق کو پیغمبر اکرم ﷺ کی وجودی ساخت میں رچا بسا قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

انك لعلی خلق عظیم یعنی: "بے شک آپ ﷺ اخلاق کی اعلی منزل پر ہیں۔"

بعض آیات و روایات سے یہ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پسندیدہ اخلاق تو دین داری کا معیار اور کسوٹی ہے۔ اسی طرح اس امر پر بھی تصریح ہوئی ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں محبوب ترین افراد وہ ہیں جو اخلاقی اصول و ضوابط پر سب سے زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ (3) پیغمبر اسلام ﷺ نے بڑی صراحت سے فرمایا کہ مسلمانی کے سب سے بڑے درجہ پر وہ شخص فائز ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ پسندیدہ ہو:

خیرکم اسلاما احسنکم اخلاقا

یعنی: "تم میں اسلام میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔"

اس سے زیادہ جالب یہ ہے کہ ایک شخص نے تین بار پیغمبر اکرم ﷺ سے پوچھا کہ دین کیا ہے؟ آپ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ "دین، نیک اخلاق کا نام ہے۔" یہاں تک کہ ایمان کے درجات اور تکمیل کا میزان بھی پسندیدہ اور سنجیدہ اخلاقی رویوں کی پابندی قرار دیا گیا ہے:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا

یعنی: "مؤمنین میں سے ایمان میں کامل وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہو۔"

نیز کہا گیا ہے کہ قیامت کے دن اچھے برے اعمال کے وزن کے وقت سب سے زیادہ وزن پسندیدہ اخلاق کا ہو گا:

اثقل الشیء فی المیزان الخلق الحسن۔ (4)

یعنی: "میزان میں سب سے بھاری چیز، نیک اخلاق ہو گا۔"

اس سے پہلے بھی اشارہ ہوا ہے کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا اصل ہدف اخلاقی اصولوں کی تکمیل ہی قرار دیا ہے۔ لہٰذا یوں لگتا ہے کہ تمام عقیدتی عناصر (توحید، نبوت، معاد) کا اخلاق کے ساتھ ایک بامعنی پیوند برقرار ہے۔ اسی لیے تو پسندیدہ اخلاق، دین داری کا معیار شمار ہوتا ہے۔ اگر عقیدے کے نسبت اخلاق کا مقام اتنا بلند ہے تو فقہ، حقوق اور احکام کی نسبت اس کا مقام بہ طریق اولی بلند تر ہو گا۔ فقہی اور حقوقی احکام دراصل وہ احکام ہیں کہ جن کی پابندی اس لیے ضروری ہے تاکہ انسان مفاسد (برائیوں) سے دور رہ سکے اور مصالح (خوبیوں) اور نیک اخلاق کے راستے پر گامزن ہو سکے۔ (5) یعنی اگر کوئی چیز حرام ہے تو اس لیے کہ اس میں کوئی مفسدہ (برائی) پایا جاتا ہے اور اگر کوئی چیز حلال ہے تو اس لیے کہ اس میں کوئی مصلحت (بھلائی) پائی جاتی ہے اور اگر کوئی کام مباح ہے تو وہ ایک معمولی کام ہے۔

فقہی اور حقوقی امور کو دو گروہوں یعنی عبادات اور معاملات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ عبادات میں سے نماز، روزہ، حج اور زکات، مشہور عبادات شمار ہوتے ہیں۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو نماز کے بارے میں پوری صراحت سے یہ حکم موجود ہے کہ نماز غیر اخلاقی کاموں سے روکتی ہے۔ (6) روزے کے وجوب کے اسباب میں سے بھی ایک سبب یہ بیان ہوا ہے کہ روزہ کی حالت میں روزہ دار کے لیے یہ امکان فراہم ہوتا ہے کہ دولت مند، ناداروں اور بھوکوں کے حال سے باخبر رہیں۔ (7) اس کے ساتھ ساتھ روزہ بدن کی زکات ہے جو مشکلات کے مقابلے میں انسان کی مقاومت کو بڑھاتی ہے۔ ضمناً چونکہ روزہ دار کی نیت خالص ہونا چاہیے، اس سے روزہ داروں میں اخلاقی پختگی ایجاد ہوتی ہے۔

زکات، صدقات اور خدا کی راہ میں انفاق بھی اپنے سماجی اثرات کے لحاظ سے اخلاق کے ساتھ گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان امور کی پابندی کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ دولت مند حضرات اپنے اموال کا ایک حصہ فقیروں کے سپرد کریں۔ (8) صدقات اور انفاق کا ایک اور اخلاقی پہلو یہ ہے کہ ان میں احسان جتلانے اور ناداروں کی ایذاء رسانی کا عنصر نہ پایا جاتا ہو۔ (وگرنہ یہ اعمال باطل ہو جائیں گے) (9) البتہ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر یہ اعمال باطل ہوں، تب بھی ان کا اقتصادی اثر اپنی جگہ باقی رہتا ہے۔ (اور اس سے فقراء کی زندگی میں بہتری آتی ہے)

حج کا فریضہ بھی اپنے اجتماعی اثرات (دنیائے اسلام کے اہم معاملات اور باہمی امور کے حل و فصل کے لیے گفتگو کا موقعہ فراہم آنا) اور اقتصادی برکات (مکہ میں خرچ شدہ رقم کی سرکولیشن اور قربانی کے گوشت کی تقسیم) کے لحاظ سے کثیر اقتصادی فوائد کا حامل ہے۔ اس فریضہ میں کئی انفرادی اثرات بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کی بازتاب اپنی نوعیت میں اخلاقی ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے:

فجعل فیه الاجتماع من الشرق و الغرب لیتعارفوا و لنزع کل قوم من التجارات و لتعرف رسول اللہ و یتکلمون علی بلادھم و مافیھا ھلکوا... فذلک علة الحج

یعنی: "حج میں مشرق و مغرب کے لوگوں کا اجتماع رکھا گیا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں اور ہر قوم تجارت کر سکے اور رسول اللہ ﷺ کے آثار کی پہچان ہو اور لوگ ایک دوسرے کے ممالک کے حالات پر بات کر سکیں اور اپنی ہلاکت کے اسباب پر بات کر سکیں..."

اسی طرح بعض روایات میں حج کو دلوں کی تسکین کا ذریعہ (تسکین القلوب) قرار دیا گیا ہے اور اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ حج فقط چند ظاہری اعمال کی بجاآوری نہیں ہے۔ لہٰذا حج کا فریضہ یوں انجام نہ دیا جائے کہ ظاہری حاجی بہت زیادہ اور واقعی حاجی بہت کم نظر آئیں (ما اکثر الضجیج و ما اقل الحجیج)

## ۳۔ الف) انسان کی تخلیق میں اخلاق مداری

اگرچہ انسان کی تخلیق کا سبب، عبادت بیان ہوا ہے (و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون) لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی عبادت کی ضرورت نہیں، لہٰذا انسان کی عبادت کا اثر انسان کی سعادت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دوسری طرف انسانی سعادت بذات خود اخلاق مدار ہے۔ عبادت کا مطلب ایسا خدا پسند عمل بجالانا ہے جو انسان کی ہوائے نفس کے خلاف ہو۔ ضمناً قرآن کریم میں خدا کی عبادت کو ہر قسم کی بندگی سے آزادی کے مترادف قرار دیا گیا ہے:

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (10)

یعنی: "مجھے ان معبودوں کی بندگی سے جن کی تم پرستش کرتے ہوئے منع کیا گیا ہے۔"

روایات میں بھی انسان کی آزادی پر زور دیا گیا ہے:

لاتکن عبد غیرك و قد جعلك اللہ حرّا

یعنی: "دوسروں کی بندگی اختیار نہ کرو جبکہ اللہ نے تمہیں آزاد قرار دیا ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ جو لوگ غیر اللہ کی غلامی میں نہ ہوں، آزاد منش، باعزت اور شرافت مند ہوتے ہیں۔ مفسرین قرآن نے بھی عبادت کو اخلاص اور شناخت کسب کرنے کے معنی میں لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں عبادت وسیلہ ہے اعلیٰ اقدار تک پہنچنے کا اور بذات خود کوئی ہدف نہیں ہے۔ (11) بعض مفسرین نے رواداری، خوش خلقی اور لوگوں سے محبت جیسے اخلاقی رویوں کو عبادت کی روح قرار دیا ہے۔ (12)

## ۴۔ الف) اخلاق ہدف، دیگر نظام وسیلہ

اسلام کا سیاسی، اقتصادی اور سماجی نظام دراصل، اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار کے تحقق کا وسیلہ ہیں۔ مثال کے طور پر "عدالت" ایک اعلیٰ اخلاقی قدر ہے۔ قرآن کریم نے انبیاء کی بعثت کا ہدف قسط و عدل بیان کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کی تمام (سیاسی، اقتصادی اور سماجی) تعلیمات ایک اعلیٰ اخلاقی قدر (عدالت) کے قیام کا وسیلہ ہیں۔ بعض مسلمان دانشوروں نے بھی حکومت کو عدالت کے قیام کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ: لزوم الحکومة لبسط العدالة یعنی: "حکومت، عدالت کے قیام کے لیے ضروری ہے۔" بعض دیندار اہل نظر کا کہنا ہے کہ دینداری کا معیار، عدالت کا اخلاقی گوہر ہے۔ وہ اس اقتصادی اور سماجی نظام کو دینی قرار دیتے ہیں جس میں عدالت اور دیگر اعلیٰ اخلاقی اور انسانی اقدار حاکم ہوں۔ ان کے مطابق دینی حکومت اور معاشرے کا اصل ہدف، عدالت، کرامت اور انسانی شرافت جیسی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی

حکمرانی ہے۔ لہٰذا اخلاق جہاں سعادت اور مناسب آرام وآسائش کے حصول کا ذریعہ ہے وہاں ایک اعلیٰ ہدف بھی ہے اور دیگر تمام دینی نظام اس تک پہنچنے کا وسیلہ شمار ہوتے ہیں۔

## ۵۔ الف: کاروباری اخلاق کے بنیادی اصول اور امتیازی خصوصیات

یہاں ہم سب سے پہلے اسلام کے کاروباری اخلاق کے بنیادی اصول اور اس کی امتیازی خصوصیات کی فہرست پیش کریں گے اور اس کے بعد ہر ایک کے بارے میں کچھ توضیحات پیش کریں گے: اسلام کے نکتۂ نظر سے درج ذیل اصولوں کو کاروباری اخلاق کے اساسی اصول قرار دیا جاسکتا ہے:

1. کاروباری اخلاق کا اپنا ایک مخصوص دائرہ کار ہے اور اس کا اسلام کے دیگر نظاموں (سیاسی، اقتصادی وغیرہ) کے ساتھ ایک معین رابطہ ہے۔
2. اگرچہ اسلام کا پیش کردہ کاروباری اخلاق کارآمدی اور اقتصادی ترقی کے دیگر عناصر پر زور دیتا ہے لیکن اس کا اصل ہدف انسانیت اور اخلاق کی نگہداشت ہے۔
3. اسلامی اقتصاد میں کاروباری اخلاق دو نظاموں (اقداری۔ عقیدتی اور تنظیمی۔ قانونی) پر استوار ہے۔
4. اسلامی مملکت میں کاروباری اخلاق، اقتصاد کے دیگر Paradigms میں اخلاق کی تکمیل کرتا ہے اور اسلام کے کاروباری اخلاق میں اجتہاد کا عنصر اُسے گہرائی عطا کرتا ہے۔
5. افراد کا درونی مراقبت کا نظام (محاسبۂ نفس)، اسلامی بازار پر حاکم سماجی روایات، شریعت کے احکام اور حکومتی قوانین، یہ سب کاروباری اخلاق کی تقویت کا سامان فراہم کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

اسلام کے نکتۂ نظر سے کاروباری اخلاق، در حقیقت اسلام کے کلی اقتصادی، معاشرتی نظام کا حصہ ہے اور اس کی افادیت کا دارومدار بھی در حقیقت، اسلام کے دیگر نظاموں کے ساتھ ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ مثال کے طور پر جہاں یہ اخلاقی نظام معنوی اور اخروی امور پر توجہ دیتا ہے وہاں اُن مادی امور پر بھی خاص توجہ دیتا ہے جو اس نظام کے ساتھ ہماہنگ ہوں۔ (13) بلکہ اساسی طور پر اسلام کے نکتہ نظر سے مادی اور معنوی امور کے مابین جدائی کا تصور ہی غلط ہے۔ لہٰذا اسلام کے کاروباری اخلاق میں جہاں فضول خرچی (ایک دوسرے پر مادی برتری کی بے جا نمائش) ممنوع ہے وہاں رہبانیت اور ترکِ دنیا بھی ممنوع ہے۔

کاروباری اخلاق کا ایک اور عنصر، مارکیٹ، پرائیویٹ سیکٹر اور سرکاری سیکٹرز کے درمیان ہم آہنگی ایجاد کرنا ہے۔ لہٰذا اگر دکانداروں اور اہلِ بازار کے رویوں پر کاروباری اخلاق حاکم ہو لیکن کارخانوں کے ملازمین اور سیاست دان غلط سمت میں حرکت کر رہے ہوں تو کاروباری اخلاق سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جا سکیں گے۔ اسلامی اقتصاد میں چونکہ تمام اقتصادی سرگرمیوں کا محور اور مدار انسان اور اخلاق ہے لہٰذا اسلامی اقتصادیات میں کاروباری اخلاق ایک وسیلہ بھی ہے اور ہدف بھی۔ ایک طرف اقتصادی افادیت کے حصول کے لیے کاروباری اخلاق کی پابندی ایک مسلمان کا سماجی اور دینی فریضہ ہے تو دوسری طرف اخلاقی اور انسانی اقدار کی حفاظت، ایک اساسی ہدف ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس سے قبل اشارہ کیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی رسالت کی تعریف میں، اخلاق کو اپنی منزل تک پہنچانا قرار دیا ہے۔ اسی طرح اسلام کے اقتصادی فقہی احکام بھی اخلاق کی حکمرانی کا وسیلہ ہیں۔

آرتھوڈوکس نیوکلاسیک پیراڈائم کے برعکس، اخلاق زیادہ سے زیادہ انفرادی منافع کے حصول کا ذریعہ نہیں، بلکہ اقتصادی نظام کی پائیداری کا ذریعہ ہے۔ (14) عدالت (اور انصاف)، شفافیت اور صداقت، اعتماد اور احترام متقابل، خلوص نیت، خدا کی بارگاہ میں جواب دہی کا احساس،

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی تشویق، وسیع تر انفرادی منافع کے حصول پر توجہ، مصرف (Consumption) اور تولید (Production) میں توازن قائم رکھنے کا حکم، سودی کاروبار اور رشوت کی ممانعت، بغیر بینک بیلنس حوالہ دینا اور اقتصادی وسائل کا اتلاف، اسلامی کاروبار کی اخلاقی اور ایمانی بنیادیں شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح بازار کا نظام، خصوصی مالکیت، فردی حقوق پر اجتماعی حقوق کی برتری، قرض الحسنہ، وقف، مشارکت، مضاربہ، خمس، زکات، صدقات اور اس طرح کے دیگر امور بھی اسلامی کاروبار کی قانونی اور تنظیمی بنیادیں شمار ہوتی ہیں۔

اسلام کا پیش کردہ کاروباری اخلاق اور کاروباری اخلاق کے دیگر نظام، ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ لہٰذا اسلامی اخلاق کو کاروباری اخلاق کی ایک خاص قرائت قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسلام کے کاروباری اخلاق میں اجتہاد کا عنصر کاروبار کے مخصوص نظام پیش کرنے اور پہلے سے موجودہ نظاموں کی اصلاح میں علمی لحاظ سے مدد فراہم کرتا ہے۔ اجتہاد، کاروباری اخلاق کے نظریات میں پائی جانے والی دشواریوں کا جائزہ لیتا ہے اور ۲۱ ویں صدی میں وسیع پیمانے پر پیش آنے والی تبدیلیوں پر توجہ رکھتے ہوئے ان کا حل نکال سکتا ہے اور اسے اس لحاظ سے گہرائی عطا کر سکتا ہے۔ اسلامی بازار پر حاکم رسومات، ملازمین کا فردی ایمان، شریعت کے قوانین اور سرکاری احکامات کاروباری اخلاق کو ہماہنگ کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ (ذیل میں ہم فوق الذکر عناصر کے چند نمونے بیان کریں گے)

## ب۔ اسلام کے نکتہ نظر سے کاروباری اخلاق کے چند نمونے

یہاں ہم اسلام کے مد نظر کاروباری اخلاق کے وہ سنہری اصول بیان کریں گے جو صدر اسلام میں (۶۶۱ بمطابق ۶۲۲ عیسوی) اور اسلامی تمدن (۶۶۱ سے ۱۲۵۸ تک) میں ہمیشہ اسلامی حکومتوں کی اقتصادی قانون سازی کا رہنما اصول رہے۔ لہٰذا ہم ذیل میں پیداوار (Production)، تقسیم (Distribution)، نرخوں کی تعیین، منفعت، اجناس کی کیفیت، دیگر اقوام کے ساتھ کاروبار میں اخلاقی ضابطوں کی پابندی، حکومت کے کردار اور چند تکمیلی ضوابط کے ایسے نمونے بیان کریں گے جن سے اسلام کے پیش کردہ کاروباری اخلاق کے سنہری اصول واضح ہو سکیں۔ ہاں! اس امر کی یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ اگرچہ یہ چند نظری شواہد صدر اسلام کے بازار کی کارکردگی اور اسلامی تمدن کی حاکمیت کے عصر کے بازار کی کارکردگی کا نمونہ پیش کرتے ہیں لیکن ہماری بحث کا طریقہ نظریاتی (Theoric) ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان نمونوں کا بیان تنہا مذکورہ دور میں (سرکاری اور پرائیویٹ سیکٹر میں) اقتصادی فعالیت دکھانے والوں کی کارکردگی رپورٹ کا بیان ہے۔ (15)

### ا۔ پیداوار، کام اور پیداواری سرگرمیاں

کئی آیات اور روایات پیداوار اور پیداواری سرگرمیوں پر تاکید کرتی ہیں اور ایسا کرنے والے کو دنیاوی اور اخروی پاداش کی خوشخبری سناتی ہیں۔ ان روایات کے مطابق ایسا کام کرنا جس سے پیداوار میں اضافہ ہو، عبادت ہے۔ ایک روایت میں یہ تصریح ہوئی ہے کہ: "نماز بجالانے کے بعد کاروبار کے درپے ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی روزی سے استفادہ کرو۔" (16) ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے: "ہم نے نیک اعمال کا بدلہ مد نظر رکھا ہے جو معمولی سی کوشش بھی کرے گا، اُس کا بدلہ پائے گا"۔ (17) روایت میں ہے: "جو شخص سامان زندگی مہیا کرنے کی غرض سے کام کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے"۔ (18) نیز اس امر پر بھی تصریح ہوئی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بے کار بیٹھا رہے وہ زندہ لوگوں کی صف سے خارج اور مُردوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے"۔ (19)

اسلام میں کاروبار اور پیداوار کے اخلاقی ضوابط میں سے ایک اور اہم ضابطہ مفید کام انجام دینا ہے۔ ایک روایت میں تصریح ہوئی ہے کہ ہر انسان کی قدر و قیمت اس کے عمل کی افادیت (حسن) سے وابستہ ہے۔ (20) یعنی ناپختہ کام کی نسبت پختہ کام کی قدر و قیمت زیادہ ہے۔ قرآن و

روایات میں کھیتی باڑی اور صنعت جیسے پیداواری کاموں پر تاکید بھی اسلامی اقتصاد میں کاروبار کے اخلاقی ضوابط میں سے ایک اور ضابطہ ہے۔ مالی سرمایہ نہ ہونے کے باوجود حوالہ دینے کی حرمت بھی اسلامی اخلاق کا ایک مفید عنصر ہے۔ (21)

### ۲۔ مبادلہ اور توزیع *(Transit & Distribution)*

صدر اسلام میں بازار اور تجارتی سرگرمیوں کو خاص اہمیت حاصل تھی اور اسلامی تمدن کے زمانے میں اس میں مزید وسعت آئی۔ لہٰذا بازاروں اور تاجروں کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی۔اس امر پر زور دیا گیا کہ (کاروبار ار تجارت کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے) کاروبار اور تجارت میں داخل ہونا انسان کی تعقل اور تدبر کو قوت کو افزائش بخشتا ہے۔ جو شخص کاروبار شروع کرنا چاہے، اس میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ منجملہ یہ کہ سودی کاروبار (اور کوئی ایسا معاملہ جو پیداوار نہ بڑھائے اور غیر مجاز ہو) نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ معاملہ میں قسم نہ کھائے۔ تیسرا، یہ کہ مال میں موجود نقائص اور خامیاں نہ چھپائے۔ (22) تجارت میں سچائی پر بہت تاکید ہوئی ہے اور یہ حکم پوری صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو تاجر اپنی فعالیت میں سچائی کا پاس رکھے اور امین ہو، قیامت کے دن وہ انبیاء اور شہداء کے ساتھ محشور ہوگا۔ (23) اس کے برعکس، اگر کوئی شخص معاملہ میں صداقت سے کام نہ لے تو وہ ایک انتہائی بھیانک صورت میں محشور ہوگا۔ (24) اجناس یا سروسز کے بارے میں غلط بیانی یا جھوٹی تشہیر اور دھوکہ دہی نیز ان ناجائز امور میں سے ہیں جو اسلام کی نظر میں کاروبار میں ممنوع ہیں۔ یہ امور روایات میں "غرر"، "بخس"، "تدلیس" اور اس طرح کی عبارات میں بیان ہوئے ہیں اور ان سب چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

## ۳۔ قیمت، منافع، اور مالی واجبات کی ادائیگی

منصفانہ منافع کا حصول، پیداواری اخراجات کے ساتھ میل کھاتی قیمت کا تعین، مالی واجبات اور مستحبات کی ادائیگی، اسلامی شریعت میں کاروباری اخلاق کے دیگر ضوابط شمار ہوتے ہیں۔اصولی طور پر قیمتوں کا تعین بازار کے احاطے میں طے پاتا ہے اور حکمران قیمتوں کی تعیین میں تنہا ہنگامی حالات میں دخالت کرتے ہیں۔ایسے حالات میں جب ذخیرہ اندوزی، انحصار طلبی یا مصنوعی بحران ایجاد کر دیا جائے یا سمگلنگ ہونے لگے۔خرید وفروخت میں نرم روی، کم منافع پر راضی ہو جانا، اور حاصل شدہ منافع سے کچھ رقم صدقے کے طور پر دے دینا، اسلامی شریعت کے مد نظر کاروباری اخلاق کے احکامات میں سے اہم احکام ہیں۔ (25)

یہاں ایک قابل توجہ امر یہ ہے کہ صدقات کی رقم، زکات کی واجب مقدار میں شامل نہیں ہے کیونکہ زکات ایک شرعی ٹیکس ہے، جس کی ادائیگی ایک واجب فریضہ ہے تاکہ اس رقم سے معاشرے سے فقر کے خاتمہ کی راہ میں استفادہ کیا جاسکے۔ دیگر صدقات تو مستحب ہیں جو تاجر بازار میں توازن قائم رکھنے اور سماجی عدالت کے قیام کے لیے خرچ کرتے ہیں۔اسلام کے کاروباری اخلاق کی روشنی میں بازار کی رائج قیمت سے زیادہ قیمت وصول کرنا اور کم فروشی گناہ شمار ہوتے ہیں۔ (26) کاروبار میں ناپ تول کے دقیق پیمانوں کے استعمال پر تاکید، اور عدل وانصاف کا خیال رکھنا، اسلام میں کاروباری اخلاق کا ایک اور اصول ہے۔ (27) اسی طرح اس امر پر بھی تاکید ہوئی ہے کہ اجناس کا نرخنامہ ایسا ہو جس پر دکاندار اور خریدار دونوں راضی ہوں اور یہ قیمت اقتصادی حالات وشرائط کے مطابق طے کی گئی ہو۔ (28)

## ۴۔ بیرونی تجارت اور کاروباری اخلاق میں حکومت کا کردار

اسلامی روایات اور پیغمبر اکرم ﷺ کی عملی سیرت کے مطابق بیرونی ممالک سے آنے والے تاجر ایک خاص احترام کے مستحق ہیں اور ان کے اموال کی حفاظت ضروری ہے اور اگر اسلامی مملکت میں ہوتے ہوئے ان کے سرمائے کو کوئی نقصان پہنچے تو اسلامی مملکت کا فریضہ ہے کہ انہیں خسارت ادا کرے۔ روایات میں ایسے تاجروں کو خدمت اور ثروت کے منابع کی حیثیت حاصل ہے جو تولیدی فعالیت انجام دیتے ہیں۔ لہٰذا

ایسے تاجروں کو امن و امان حاصل ہونا چاہیے اور ان کی حیثیت محفوظ رہے۔ مزید یہ کہ ایسے تاجر اسلامی مملکت کے مہمان شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح تاکید ہوئی ہے کہ ان لوگوں کو ٹیکسز میں چھوٹ دی جائے۔ (بلکہ بعض مواقع پر ان سے ٹیکس نہ لیا جائے)

بیرونی سرمایہ کاری پر توجہ کے ساتھ ساتھ حکومت کا یہ بھی فریضہ ہے کہ کاروباری اخلاق کی فضا حاکم کرنے کا ماحول فراہم کرے۔ مختلف صنعتوں اور پیشوں کے اصحاب کے ساتھ روابط اور ان کی مشفقانہ اور تربیتی سرپرستی، کاروباری فعالیت انجام دینے کی اجازت اور بازار میں غیر ضروری اور غیر معقول دخالت نہ کرنا، بازاریوں کے حوالے سے اخلاقی قواعد کی پابندی، بازار میں نظم و ضبط کی حکمرانی اور (ذخیرہ اندوزی، انحصار طلبی، رشوت ستانی اور دلالی جیسی) تخریبی اور غیر اخلاقی حرکتوں کی روک تھام اور ایسے دیگر جرائم کی روک تھام حکومت کا فریضہ ہے۔(29)

ایک مرتبہ جب بازار میں مہنگائی کا دور دورہ تھا، لوگوں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ نرخ معین کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ حقیقی نرخ معین کرنے والا اور رازق خدا ہے۔(30) البتہ جب نرخوں میں اضافے کا سبب بد نظمی یا قانون شکنی ہو تو اس صورت میں حکومت طے شدہ طریقے سے بازار میں دخالت کرتی ہے۔ لیکن بہر صورت حکومت اہل بازار سے بہت صمیمیت اور دوستانہ انداز میں پیش آتی ہے اور اس رویے کا اخلاقی پہلو بھی بالکل واضح اور قابل مشاہدہ ہے۔

مثال کے طور پر مسلمانوں کا حاکم بازار کا دورہ کرتا ہے اور بعض اوقات تو اہل بازار کے لیے گویا ایک طرح سے کاروباری اخلاق کی کلاس لیتا ہے اور اپنے خطاب میں ارشاد فرماتا ہے: "اس سے قبل کہ تجارت شروع کرو، اس کے احکام اور قوانین سیکھو"۔ اسی طرح صدر اسلام کے بازار پر ایک خاص باضابطہ اخلاق حاکم تھا۔ بازار کی ایک روش یہ تھی کہ اگر خریدار، مال کی خرید سے پشیمان ہے تو یہ مال دکاندار کو واپس لوٹا سکتا ہے۔ جب ایک دکاندار یہ قانون توڑا اور بعض دیگر اخلاقی ضوابط کی پاسداری نہ کی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ یہ شخص فقط اس صورت میں کاروباری سرگرمیاں جاری رکھ سکتا ہے جب مربوطہ ضوابط کی پابندی کرے گا۔ (31) اسی طرح جب پیغمبر اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ایک کاروباری معاملہ تاریکی میں طے پا رہا ہے تو آپ نے اس معاملے کو ایک طرح کا فراڈ قرار دیا اور اس کی مخالفت کی۔(32) اس کے علاوہ اسلامی ریاست میں حکومت بازار کی کارکردگی پر نظر رکھنے کے لیے خود اہل بازار میں سے بعض افراد کو ناظر کے طور پر معین کرتی ہے۔

## ۵۔ اسلام کے نکتۂ نظر سے کاروباری اخلاق کے تکمیلی عناصر

مذکورہ بالا نمونوں کے علاوہ بھی اسلام کے نکتۂ نظر سے کاروبار کے حوالے سے چند دیگر اخلاقی ضابطے پائے جاتے ہیں کہ جن کی طرف ہم یہاں اشارہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں بعض امور واجب ہیں جن کا بجالانا ضروری ہے اور ترک رکنا جائز نہیں ہے۔ یہ احکام جہاں فرد کے لیے ہیں، وہاں معاشرے (بشمول حکومت) کے لیے بھی ہیں۔ مثال کے طور پر معاشرے کی روز مرہ کی ضروریات کو پورا کرنا ایک واجبی فریضہ ہے۔ اسی طرح تجارت اور دیگر کئی کاروباری سرگرمیاں مستحب ہیں اور ان سرگرمیوں پر (مادی اور سماجی اجر کے علاوہ) اخروی اور معنوی اجر بھی معین کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض سرگرمیوں کو حرام (ممنوع) اور بعض کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ سودی کاروبار، رشوت، جوا، جھوٹا حوالہ اور اس طرح کی دیگر سرگرمیاں حرام شمار ہوتی ہیں۔ غیر طبیعی انحصار طلبی اور ذخیرہ اندوزی بھی کاروباری اخلاق کے خلاف ہے۔(33) اسلام میں تاجروں کو یہ وصیت ہوئی ہے کہ وہ خالص نیت کے ساتھ اور خدا کی رضا کے حصول کے لیے (اور خدمت خلق کے جذبے سے) کاروبار شروع کریں۔ نیز تولید اور فروخت میں فقیروں کا خیال رکھیں۔ کاروبار کے دوران آخرت کی یاد سے غافل نہ ہوں اور نہ ہی شرعی ٹیکس ادا کرنے میں غفلت برتیں۔ (34) اسی طرح اس امر پر بھی تاکید ہوئی ہے کہ کاروباری حضرات اپنے دن رات کا ایک حصہ غیر اقتصادی سرگرمیوں میں گزاریں۔ نیز ترکِ دنیا اور تجمل پرستی سے پرہیز کریں اور خرچ کرتے وقت درمیانہ راستہ اپنائیں۔(35) اپنے غلاموں اور ملازمین کا معاوضہ فوری طور پر ادا کریں۔ اور معاملات میں خود بھی ضرر نہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی ضرر نہ پہنچائیں اور خریدار کو

اجناس کی صحیح کوالٹی بتائیں۔(36) نیز تجارت میں معاملہ کے تمام اطراف کا راضی ہونا بھی ضروری ہے اور جن امور میں انہیں لازمی مہارت یا معلومات نہ ہوں ان میں ماہرین کی طرف رجوع کریں۔ معاملہ میں ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں، وغیرہ وغیرہ۔

## پ۔ چند قابل ذکر نتائج

1. کاروباری اخلاق پر توجہ، نہ صرف سماجی اقدار کی تقویت کا سبب بنتی ہے بلکہ یہ مینجمنٹ اور اقتصادی نظاموں کی افادیت کو بڑھانے کا موجب بھی ہے۔ کاروباری اخلاق مختلف حالات میں بہتر فیصلے کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔
2. اسلامی اقتصادیات کے نکتۂ نظر سے کاروباری اخلاق جہاں اقتصادیات کی افادیت بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے، وہاں خود ایک ہدف بھی ہے جسے پورا ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسلامی اقتصاد اگرچہ افادیت پر بہت زور دیتا ہے لیکن یہ اپنی ماہیت میں اخلاق مدار ہے۔
3. اسلامی اقتصاد پر ایک خاص نظام حاکم ہے، لہٰذا اسلام کے پیش کردہ کاروباری اخلاق کی افادیت کا پہلو، اُس کے معنوی پہلو سے جدا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کی تقویت کا سبب بنتے ہیں۔ کیونکہ جہاں معیاری کام انجام دینا کاروباری اخلاق کا جزء شمار ہوتا ہے (قيمة كل امرء مايحسنه) (37) وہاں اخلاقی ضوابط کو پس پشت ڈال کر کاروبار کرنا بھی شریعت کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکر و فریب اور دھوکہ دہی سے کمائی گئی دولت، گاہک کو مال کے بارے میں غلط انفارمیشن دینا، ذخیرہ اندوزی، انحصار طلبی، رشوت اور سود وغیرہ حرام ہیں۔ کیونکہ اس سے سماجی اخلاق خدشہ دار ہوتا ہے اور یہ امور شہریوں پر ظلم کا سبب ہیں۔ اسی طرح (اقتصادی) منابع کا ضیاع بھی حرام ہے کیونکہ اس سے افادیت متأثر ہوتی ہے۔
4. اگر اسلام کے پیش کردہ کاروباری اخلاق کو اپنایا جائے تو بازار پر صداقت، عدالت، باہمی اعتماد، اور معیار کے مطابق اجناس کی تولید کا ماحول ایجاد ہوتا ہے، اقتصادی امن فراہم ہوتا ہے اور طولانی مدت میں افادیت میں اضافہ ہوتا ہے۔
5. اگر اسلام کے پیش کردہ کاروباری اخلاق کو اپنایا جائے تو اس سے نہ تنہا غیر اسلامی کاروباری اخلاق کے تقاضے پورے ہوتے ہیں بلکہ اس سے غیر دینی (سیکولر) کاروباری اخلاق کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں کیونکہ اسلام کے کاروباری اخلاق کی بنیاد ایک ایسے عقیدے پر قائم ہے جو بیشتر فعالیت اور طاقت ایجاد کرتا ہے۔
6. کاروبار میں اصل محور انسان کی انسانیت ہے اور سرمایہ، منفعت اور پیداوار وغیرہ تو انسانی اقدار ہیں۔
7. اخلاق مداری کے غیر سنجیدہ اور سطحی تصور کے برخلاف، اسلام کا پیش کردہ کاروباری اخلاق، مادی امور سے گریز، افراطی زہد اور بے فائدہ قناعت کے معنی میں نہیں، بلکہ رقابت، افادیت اور (اقتصادی) رشد کے ساتھ ہمراہ ہے۔
8. (دیگر کاروباری حضرات کی مانند) خود حکمرانوں کا بھی یہ فریضہ ہے کہ وہ کاروباری اخلاق کے پابند ہوں اور اس کی تقویت اور مضبوطی کا ماحول فراہم کریں۔
9. پرائیویٹ سیکٹر میں ڈائریکٹرز اور افسرانِ بالا کو کاروباری اخلاق پر توجہ دیتے ہوئے کاروباری مراکز میں دوستانہ اور باہمی اعتماد کا ماحول ایجاد کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے مینجمنٹ میں پائیداری آتی ہے اور اس سے کاروباری مراکز کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔
10. سرکاری شعبے میں بھی منیجرز حضرات تشویق اور توبیخ کے اصولوں کی روشنی میں سماجی سرمایہ تولید کر سکتے ہیں۔

# حوالہ جات

---

1. Row (1993), p.8.-1
2. ابن ہندی (۱۹۸۵)؛ الاسلام حسن خلق
3. احب عباد اللہ الی اللہ احسنهم خلقا
4. مجلسی (۱۳۷۸) ج۱۷، ص ۳۸۳۔
5. مسلمان دانشور اور فقہاء کی تصریح ہے کہ شرعی احکام کا دائرہ مفاسد اور مصالح ہے۔
6. ان الصلاة تنهی عن الفحشاء و المنکر (قرآن، سورہ۲۹، آیہ ۴۵)
7. العلة فی الصیام لیستوی الغنی و الفقیر لان الغنی لم یکن لیجد مس الجوع فیرحم الفقیر
8. وفی اموالهم حق للسائل و المحروم (سورہ ذاریات۔ آیت ۱۹)
9. لاتبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذی (سورہ بقرہ، آیہ، ۲۶۴)
10. انعام/۵۶۔ نیز سورہ غافر کی آیہ ٦٦ کو دیکھا جائے۔
11. طباطبائی (۱۳۹۷)، ج۱۸۔
12. رازی (۱۴۱۳)۔
13. و ابتغ فیما اتاك اللہ (سورہ ۲۸، آیہ ۷۷)
14. برجستہ اقتصادی صاحبان نظر کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اقتصاد اور اخلاقی امور کو مکینیکی طور پر ایک دوسرے سے جدا کرنا اس رشتہ کی ناکارآمدی کا عامل بنا ہے۔
15. بدقسمتی سے صدر اسلام کے محدود دورانیہ اور اسلامی تمدن کے چند مقاطع کے علاوہ، اسلامی کاروباری اخلاق کا دیگر عصور میں تجربہ نہیں کیا گیا۔
16. فاذا قضیت الصلاة۔۔ (سورہ ٦۲، اآیہ ۱۰)
17. سورہ کہف آیہ ۳۰ و سورہ زلزال آیہ ۷ دیکھیے۔
18. الکاد علی عیالہ کالمجاهد فی سبیل اللہ
19. من تعطل انسلخ من الانسانیة و صار فی عداد الموتی
20. قیمة کل امرء مایحسنه
21. پیغمبر اکرم ص نے تلقی رکبان سے حاصل شدہ درآمد کو کہ جو محض واسطہ تھا اور ایک مولد کام نہ تھا، حرام قرار دیا ہے۔ یہ کام غیر مولد فعلایت (مانند سفتہ بازی محض) کی حرمت کا شاخص ہے۔
22. من باع و اشتری فلیحفظ خمس خصال و الا فلا یشترین و لا یبیعن الربا و الحلف و کتمان العیب و۔۔۔ (رجوع کریں: محدث، مستدرك الوسائل، ۱۳۸۳، ج۲ ص ۴٦۳)

23. التاجر الصدوق الامین مع النبیین الصدیقین و الشھداء

24. ان التجار یبعثون یوم القیامة فجارا الا من اتقی اللہ و صدق

25. رحم اللہ عبدا سمحا اذا باع و سمحا اذا اشتری

26. قرآن کریم میں اس نکتہ پر تصریح ہوئی ہے: ویل للمطففین (مطففین، آیات ۱تا ۴)

27. نمونے کے طور پر قرآن کریم میں آیا ہے: وزنو بالقسطاس (شعراء، ۱۸۱، ۱۸۲اور سورہ ہود، آیات ۸۴ و ۸۵)

28. اسلامی فقہ کا یہ ایک معروف قاعودہ ہے : لا بیع (و الشراء) بیعا سمحا بموازین العدل و لا اسعار لاتجحف بالفریقین من البایع و المبتاع ( دیکھیے: ابن شعبہ، تحف العقول، ۱۴۰۴، منشورات المدرسین، ص ۱۴۰)

29. اس حوالے سے یہ عبارت ملاحظہ ہو: ان من الواجبات الدولة تجاہ التجار و ذوی الصناعات [الخارجیة] : الف- ضمان ما تضیع لھم- ب- ان یقوم بنفقاتھم - پ- توفیر الامن لسبلم - ت- حفظ حرمتھم (ابن ہندی، کنزالعمال، مصدر المذکور، ج ۴، ص ۵۵)

30. ان اللہ ھو المسعر القابض الباسط الرازق (ابن عیسی، ترمذی، دون تاریخ، جامع الصحیح، بیروت، دار الاحیاء)

31. ان رسول اللہ (ص) لم یاذن لحکیم ابن حزام فی تجارتہ حتی ضمن لہ اقالة النادم و انظار المعسر و اخذ الحق وافیا (دیکھیے: عاملی، حر، وسائل الشیعہ، مکتبة الاسلامیة ۱۳۸۵، ص ۲۸۶)

32. آپ ﷺ نے مذکورہ بازاری سے فرمایا: ان البیع فی الظلال غش و الغش لایحل یعنی: تاریکی میں فروخت، ایک طرح کی دھوکہ دہی ہے اور دھوکہ دہی جائز نہیں ہے۔"

33. سود پر سخت ترین حملے قرآن کریم میں ہوئے ہیں۔ (سورہ بقرہ آیات ۱۷۶تا۱۷۸) اسی طرح رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا جہنمی قرار دیے گئے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والا بھی خائن قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ: من احتکر فھو خاطی: یعنی جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاکار ہے۔

34. رجال لاتلھیھم تجارة (نور، آیہ ۳۷)

35. الذین اذا انفقوا ()

36. لا ضرر و لا ضرار اور نھی النبی عن الغرر جیسے احکام اور قواعد اس امر کے نمونے ہیں۔

37. یعنی ہر شخص کی قدر و قیمت کا دار و مدار اس شخص کے کام کے معیار پر منحصر ہے۔